# طلبِ عافیت!

## سب سے بہتر اور جامع دعا

مفتی غلام مصطفیٰ رفیق
رفیق شعبہ مجلسِ دعوت وتحقیق واستاذِ جامعہ

ترمذی شریف اور دیگر کتبِ احادیث میں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے ایک روایت منقول ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ سے ایک جامع دعا نقل کی گئی ہے۔ اس دعا کے الفاظ اگرچہ انتہائی مختصر ہیں، مگر اس کے مفہوم میں دنیا وآخرت کی تمام بھلائیوں اور اچھائیوں کی طلب اور تمام مصائب و مشکلات سے پناہ شامل ہے۔ ذیل میں مذکورہ روایت کا ترجمہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف اور مذکورہ دعا سے متعلق فوائد ذکر کیے جاتے ہیں:

''عَنِ العَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قُلْتُ: یَا رَسُولَ اللّٰہِ! عَلِّمْنِی شَیْئًا أَسْأَلُہُ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ، قَالَ: سَلِ اللّٰہَ العَافِیَۃَ، فَمَکَثْتُ أَیَّامًا ثُمَّ جِئْتُ فَقُلْتُ: یَا رَسُولَ اللّٰہِ! عَلِّمْنِیْ شَیْئًا أَسْأَلُہُ اللّٰہَ، فَقَالَ لِیْ: یَا عَبَّاسُ! یَا عَمَّ رَسُوْلِ اللّٰہِ! سَلِ اللّٰہَ العَافِیَۃَ فِیْ الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ.'' (ترمذی، ابواب الدعوات، ج:۲،ص:۱۹۱، ط: قدیمی)

''حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ارشاد فرماتے ہیں کہ: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے ایسی چیز بتائیے جو میں اللہ تعالیٰ سے مانگوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ سے عافیت مانگو۔ میں کچھ دن ٹھہرا رہا اور پھر دوبارہ آپ ﷺ کی خدمت میں گیا اور میں نے کہا: یارسول اللہ! مجھے ایسی چیز بتائیے جو میں اللہ تعالیٰ سے مانگوں؟ آپ ﷺ نے مجھ سے کہا: اے عباس! اے رسول اللہ کے چچا! اللہ سے دنیا وآخرت میں عافیت مانگا کرو۔''

### حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے چچا ہیں اور عمر میں آپ سے دوسال بڑے تھے، اسلام

کی دولت سے مشرف ہونے سے قبل بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی نصرت اور حمایت میں پیش پیش رہتے تھے، اور آپ ﷺ کے بارے میں ہمیشہ فکرمند ہوتے۔ ہجرت سے قبل موسمِ حج میں جب رسول اللہ ﷺ مختلف قبائل کے افراد کو دینِ اسلام کی دعوت دیتے اور اس دوران مدینہ منورہ کے قبائل کے لوگ اسلام میں داخل ہوتے گئے، اور رسول اللہ ﷺ کے دستِ اقدس پر بیعت بھی کرتے رہے، اس سلسلہ کی ایک بیعت سن ۱۳ ہجری میں منعقد ہوئی، جسے ''بیعتِ عقبہ ثانیہ'' کہا جاتا ہے، اس سال حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے مسلمانوں کا ایک قافلہ لے کر حج کے لیے مکہ آئے، جن میں تقریباً پچھتر افراد تھے، ان حضرات نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تو آپ ﷺ ان کے پاس منیٰ کی گھاٹی میں تشریف لے گئے، اس دوران حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ انصار کے اس قافلے سے مخاطب ہوکر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی بابت فرمایا تھا کہ:

''محمد (ﷺ) اپنی قوم میں نہایت عزت اور وقعت والے ہیں، اور ہم ان کے حامی اور مددگار ہیں، اور وہ تمہارے یہاں (مدینہ) آنا چاہتے ہیں، اگر تم ان کی پوری پوری حمایت اور حفاظت کرسکو اور مرتے دم تک اس پر قائم رہو تو بہتر ہے، ورنہ ابھی سے صاف جواب دے دو۔'' (سیرۃ المصطفیٰ، انصار کی دوسری بیعت، ج:۱،ص:۳۴۱،۳۴۲،ط:الطاف اینڈ سنز)

پھر انصار کی یہ جماعت رسول اللہ ﷺ سے ہم کلام ہوئی، اور باہمی عہد و پیمان باندھے گئے اور آخر میں بیعت کی گئی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اعلانیہ طور پر فتح مکہ سے کچھ قبل اسلام کا اظہار فرمایا۔

## ادب کا لحاظ رکھنا

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ سے نہایت ہی محبت اور والہانہ تعلق تھا، اور رسول کریم ﷺ کا بڑا ہی ادب کیا کرتے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ چونکہ عمر میں سرکارِ دو عالم ﷺ سے دو سال بڑے تھے، لیکن عمر کے اس تفاوت کو کبھی اس انداز میں بیان نہیں کرتے تھے، جس سے ظاہری طور پر بھی کسی قسم کی بے ادبی کا اندیشہ ہو۔ جواب دینے کا انداز ہی نرالا اور کمالِ ادب پر مبنی ہوتا تھا، اگر کوئی شخص ان سے سوال کرتا کہ: ''أَيُّمَا أَكْبَرُ أَنْتَ أَمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ ''..... ''آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ ﷺ؟'' اس سوال کا آسان جواب تو یہ تھا کہ فرماتے: ''میں عمر میں بڑا ہوں۔'' لیکن بجائے اس جواب کے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے جواب کا انداز یہ ہوتا تھا کہ: ''هُوَ أَكْبَرُ مِنِّي، وَأَنَا وُلِدْتُ قَبْلَهُ'' بڑے تو رسول اللہ ﷺ ہی ہیں، ہاں! پیدا پہلے میں ہوا تھا، یعنی میری پیدائش پہلے کی ہے، باقی بڑے تو رسولِ کریم ﷺ ہیں۔ دیکھیے! کس قدر مؤدبانہ اندازِ گفتگو اور جواب ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی

رسول اللہ ﷺ سے محبت کا یہ ایک نمونہ ہے۔ ظاہری گفتگو میں بھی آداب اور محبت کا کس قدر لحاظ فرمایا کرتے تھے، رضي الله عنهم أجمعين۔

## حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مقام پیغمبر ﷺ کی نگاہ میں

آنحضرت ﷺ بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بڑا احترام فرماتے تھے، اور لوگوں کو بھی ان کے اکرام وتعظیم کا حکم دیتے تھے۔ ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں شکوہ کیا کہ یا رسول اللہ! بعض لوگ آپس میں تو بڑی بشاشت کے ساتھ ملتے ہیں اور جب ہم سے آمنا سامنا ہوتا ہے تو وہ بشاشت ان کے چہروں پر باقی نہیں ہوتی، ہم سے ملاقات کے وقت ان کے چہروں سے مسکراہٹ ختم ہو جاتی ہے، یعنی ہم سے اس طرح کا سلوک کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ سخت ناراض ہوئے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کا چہرۂ انور سرخ ہوگیا اور پھر ارشاد فرمایا: ’’وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لاَ يَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ الإِيْمَانُ حَتّٰى يُحِبَّكُمْ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ .‘‘..... ’’اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، تم میں سے کسی شخص کے دل میں ایمان اس وقت تک داخل نہیں ہوسکتا، جب تک وہ تمہیں اللہ اور اس کے رسول کے لیے محبوب نہ رکھے۔‘‘ یعنی جب تک دل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر اہلِ بیت کی عظمت موجود نہ ہو، اس دل میں ایمان داخل نہیں ہوسکتا۔ نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ: ’’يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ آذٰى عَمِّيْ فَقَدْ آذَانِيْ فَإِنَّمَا عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيْهِ .‘‘..... ’’اے لوگو! جس نے میرے چچا کو تکلیف پہنچائی، اس نے مجھے تکلیف پہنچائی، اس لیے کہ کسی بھی شخص کا چچا باپ کی مانند ہوتا ہے۔‘‘ (ترمذی، مناقب ابی الفضل عم النبی ﷺ وھو العباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، ج:۲، ص:۲۱۷، ط: قدیمی)

یہ یاد رہے کہ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کی محبت بھی ہمارے ایمان کا حصہ ہے اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت بھی ہمارے ایمان کا جزو ہے۔ ہم اہلِ بیتؓ سے محبت کی آڑ میں صحابہؓ کی تنقیص یا ان پر تنقید کو روا نہیں سمجھتے اور اہلِ بیت عظامؓ سے متعلق دل میں کوئی بات رکھنے کو بھی ایمان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ یہ حضرات سب کے سب بڑے اونچے لوگ تھے، اللہ تعالیٰ نے پیغمبر ﷺ کی صحبت کی برکت سے انہیں بڑا اونچا مقام نصیب فرمایا تھا۔

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مقام

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی عظمت کے معترف تھے اور ان کی خوب قدر وعزت فرمایا کرتے تھے۔ امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا مانگا

کرتے تھے، بخاری شریف میں ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب کبھی بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط سالی ہوتی تو امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دعا کرتے: ’’اَللّٰھُمَّ إِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا فَتَسْقِیْنَا. ‘‘..... ’’اے اللہ! ہم تیرے نبی کے وسیلہ سے تجھ سے دعا کرتے تھے، پس تو ہمیں سیراب کرتا تھا۔‘‘ اور اب پیغمبر تو دنیا سے تشریف لے گئے ہیں: ’’وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا. ‘‘..... ’’اب ہم آپ سے اپنے نبی کے چچا کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں، پس تو ہمیں سیراب کر۔‘‘ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: (اس دعا کی برکت سے) بارش ہو جاتی تھی۔ علماء نے لکھا ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا مانگتے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اُٹھاتے اور فرماتے کہ: ’’اے پروردگار! تیرے پیغمبر کی اُمت نے میرا وسیلہ اختیار کیا ہے، خداوند! تو میرے اس بڑھاپے کو رسوا مت کر اور مجھے ان کے سامنے شرمندہ نہ کر۔‘‘ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دعا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ میں اتنی تاثیر ہوتی تھی کہ جلد ہی بارش شروع ہو جاتی تھی۔

بہر کیف! مذکورہ روایت میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دو بار سوال کیا اور دونوں بار جواب میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے محبوب چچا کو عافیت کی دعا مانگنے کا حکم دیا۔ اس سے عافیت کی دعا مانگنے کی اہمیت اور فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

## عافیت کیا ہے؟

اب سوال یہ ہے کہ عافیت کے معنی کیا ہیں؟ جس کے مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ: عافیت نہایت ہی مختصر اور جامع لفظ ہے، اور رسول کریم ﷺ کی یہ خصوصیت بلکہ آپ کے معجزات میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ’’جوامع الکلم ‘‘ یعنی ایسے مختصر کلمات عطا فرمائے تھے جن کے معانی انتہائی گہرے اور عمیق ہوں۔ ایک طویل حدیث میں خود رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے جو خصوصیات عطا فرمائی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ: ’’وَأُوْتِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ . ‘‘..... ’’مجھے جامع کلمات عطا ہوئے ہیں۔‘‘ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ دین کی حکمتیں اور احکام، ہدایت کی باتیں، مذہبی و دنیاوی امور سے متعلق دوسری چیزوں کو بیان کرنے کا ایسا مخصوص اسلوب اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے جو نہ پہلے کسی نبی اور رسول کو عطا ہوا اور نہ دنیا کے کسی بھی بڑے سے بڑے فصیح و بلیغ انسان کو نصیب ہوا! اور اس اسلوب کی خصوصیت یہ ہے کہ انتہائی مختصر سے الفاظ کے ایک چھوٹے سے جملہ میں معانی و مفہوم کا ایک گنجینہ پنہاں ہوتا ہے۔ اگر اس جملہ کو پڑھیں اور لکھیں تو چھوٹی سی سطر بھی پوری نہ ہو، لیکن اس کا فہم اور وضاحت اور تشریح بیان کریں تو کتاب کی کتاب تیار ہو جائے، چنانچہ

آنحضرت ﷺ کے اقوال وارشادات میں اس طرح کے کلمات کی ایک بڑی تعداد ہے جن کو ''جوامع الکلم'' کہا جاتا ہے، لہٰذا یہ عافیت کی دعا بھی ''جوامع الکلم'' میں سے ہے، یعنی جامع دعاؤں میں سے ہے، اس لیے ہر انسان کو اسے یاد کرنا چاہیے اور ہمہ وقت اللہ سے عافیت کی دعا مانگتے رہنا چاہیے۔

صاحبِ مظاہرِ حق علامہ نواب قطب الدین خان دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ عافیت مانگنے کو بہت پسند کرتا ہے، اس کے برابر اور کسی چیز کے مانگنے کو پسند نہیں کرتا۔ عافیت کے معنی ہیں: دنیا وآخرت کی تمام ظاہری و باطنی غیر پسندیدہ چیزوں، تمام آفات و مصائب، تمام بیماریوں اور تمام بلاؤں سے سلامتی وحفاظت، لہٰذا عافیت' دنیا وآخرت کی تمام بھلائیوں پر حاوی ہے۔ جس نے عافیت مانگی، اس نے گویا دنیا وآخرت کی تمام ہی بھلائیاں مانگ لیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ عافیت مانگنے کو پسند کرتا ہے، (نسأل اللّٰہ العافیۃَ)۔''

حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی رحمۃ اللہ علیہ قریب کے زمانہ میں بڑے بزرگ گزرے ہیں، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ:

''عافیت بہت بڑی چیز ہے، بہت اونچی نعمت ہے، اور عافیت کے مقابلے میں دنیا کی ساری دولتیں ہیچ ہیں، کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتیں۔ نیز وہ فرماتے تھے کہ: عافیت دل ودماغ کے سکون کو کہتے ہیں، اور یہ سکون اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ دولت اللہ تعالیٰ بغیر کسی سبب اور استحقاق کے عطا فرماتے ہیں۔ عافیت کوئی آدمی خرید نہیں سکتا، نہ روپیہ پیسے سے عافیت خریدی جاسکتی ہے، نہ سرمایہ سے اور نہ ہی منصب سے کوئی عافیت حاصل کرسکتا ہے۔ عافیت کا خزانہ صرف اور صرف خدا تعالیٰ کے پاس ہے، اس کی ذات کے سوا کوئی عافیت نہیں دے سکتا۔''

## اذان اور اقامت کے درمیان عافیت کی دعا مانگنے کا حکم

کچھ اوقات اور کچھ مقامات قبولیتِ دعا کے لیے خاص ہیں، ان اوقات میں سے ایک اذان اور اقامت کے درمیان کا وقت بھی ہے، لہٰذا اس وقت میں آدمی کو اپنے لیے، اپنے اہل وعیال، متعلقین اور پوری اُمتِ مسلمہ کے لیے، دینی اور دنیاوی مقاصد کے لیے خوب دعا کرنی چاہیے، اور اس وقت عافیت کی دعا بھی مانگنی چاہیے، چنانچہ ترمذی شریف میں ہی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی منقول ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اَلدُّعَاءُ لَا یُرَدُّ بَیْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَۃِ .'' اذان اور اقامت کے درمیان کی جانے والی دعا رَد نہیں کی جاتی، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے سوال کیا کہ یہ قبولیت کے اوقات میں سے ایک اہم وقت ہے، ہمیں موقع ملے تو اللہ تعالیٰ سے اس قبولیت کے وقت

میں کیا دعا مانگیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سَلُوا اللّٰہَ الْعَافِیَۃَ فِيْ الدُّنْیَا وَالْأٰخِرَۃِ .''..... ''اس وقت بھی اپنے رب سے دنیا اور آخرت کی عافیت کی دعا مانگا کرو۔''

## صبر اور سزا کے بجائے عافیت مانگیں

صبر کے بجائے آدمی کو اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگنی چاہیے، احادیثِ مبارکہ میں ہمیں یہی حکم دیا گیا ہے، چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول کریم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو یہ دعا مانگ رہا تھا: ''اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُکَ الصَّبْرَ''..... ''اے اللہ! میں آپ سے صبر مانگتا ہوں۔'' تو آپ ﷺ نے اسے منع فرمادیا کہ: ''سَأَلْتَ اللّٰہَ الْبَلَاءَ .'' صبر تو بلاء و مصیبت پر ہوتا ہے، ''فَسَلْہُ الْعَافِیَۃَ''..... ''تم اللہ سے صبر کی دعا مانگنے کے بجائے عافیت کی دعا مانگو۔''

مشکوٰۃ شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک واقعہ منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک شخص کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، وہ شخص پرندے کے بچے کی طرح لاغر اور کمزور ہوچکے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ: ''أَمَا کُنْتَ تَدْعُوْ؟ أَمَا کُنْتَ تَسْأَلُ رَبَّکَ الْعَافِیَۃَ؟''..... ''کیا تم دعا نہیں کرتے تھے؟ کیا تم اللہ سے عافیت نہیں مانگتے تھے؟ انہوں نے عرض کیا کہ: میں اللہ سے دعا کرتا تھا کہ اے اللہ! جو عذاب تو نے مجھے آخرت میں دینا ہے، وہ دنیا ہی میں دے دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سُبْحَانَ اللّٰہِ!'' تم اس کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور تم میں اتنی استطاعت ہی نہیں، تم یہ دعا کیوں نہیں کرتے تھے: ''اللّٰھُمَّ اٰتِنَا فِيْ الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَفِيْ الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ .'' یعنی ''اے اللہ! ہمارے ساتھ دنیا و آخرت میں بھلائی کا معاملہ فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔''

معلوم ہوا کہ انسان کو ہمیشہ دنیا و آخرت کی بھلائی اور عافیت کی دعا مانگنی چاہیے۔

## سب سے افضل دعا عافیت کی طلب ہے

سننِ ابن ماجہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ: ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ: ''یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! أَيُّ الدُّعَاءِ أَفْضَلُ؟''..... ''اے اللہ کے رسول! کون سی دعا افضل ہے؟'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''سَلْ رَبَّکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِيْ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ'' اپنے رب سے دنیا و آخرت میں عفو اور عافیت کا سوال کرو، پھر دوسرے روز بھی یہی سوال و جواب ہوا، پھر تیسرے دن یہ شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا: ''یَا نَبِيَّ اللّٰہِ! أَيُّ الدُّعَاءِ أَفْضَلُ؟''..... ''اے اللہ کے نبی! کون سی دعا افضل ہے؟''..... تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''سَلْ رَبَّکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِيْ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ فَإِذَا أُعْطِیْتَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِيْ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ فَقَدْ أَفْلَحْتَ .''..... ''اپنے

رب سے دنیا وآخرت میں عفو اور عافیت کا سوال کرو، جب تمہیں دنیا وآخرت میں عفو اور عافیت مل جائے تو تحقیق تم کامیاب ہوگئے۔‘‘

مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ ترمذی یہ حدیث مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مَنْ فُتِحَ لَهُ مِنكُمْ بَابُ الدُّعَاءِ فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ وَمَا سُئِلَ اللّٰهُ شَيْئًا يَعْنِي أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يُسْأَلَ الْعَافِيَةَ.‘‘ یعنی ’’تم میں سے جس کے لیے دعا کے دروازے کھولے گئے، اس کے لیے رحمت کے دروازے کھول دیئے گئے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے عافیت مانگنا ہر چیز مانگنے سے زیادہ محبوب ہے۔‘‘

مسند احمد بن حنبل میں امیر المؤمنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت میں یہ منقول ہے، ارشاد فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’لَمْ تُؤْتُوا شَيْئًا بَعْدَ كَلِمَةِ الْإِخْلَاصِ مِثْلَ الْعَافِيَةِ فَسَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ.‘‘ ....’’کہ تمہیں کلمۂ اخلاص (کلمۂ شہادت) کے بعد عافیت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں دی گئی، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کیا کرو۔‘‘

رسول اللہ ﷺ خود بھی بڑی کثرت سے رب العالمین سے عافیت کی دعا مانگا کرتے تھے، احادیثِ مبارکہ میں مختلف الفاظ سے آنحضرت ﷺ سے عافیت کی دعائیں مانگنا منقول ہے، اس دعا کو آپ ہمیشہ اپنے معمولات میں شامل فرماتے تھے، چنانچہ ابوداؤد شریف اور دیگر حدیث کی کتابوں میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ صبح وشام نہایت پابندی سے ان الفاظ کے ذریعہ دعا مانگتے: ’’اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْأٰخِرَةِ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِيْ دِيْنِي وَدُنْيَايَ وَأَهْلِي وَمَالِي اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَتِي.‘‘ بہتر تو یہی ہے کہ یہ پوری دعا یاد کی جائے اور صبح وشام اس کے پڑھنے کو معمول بنایا جائے، تاہم مکمل یاد نہ ہو تو کم از کم ’’اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْأٰخِرَةِ.‘‘ ....’’اے اللہ! میں آپ سے دنیا وآخرت کی عافیت طلب کرتا ہوں۔‘‘ نہایت ہی مختصر سے الفاظ ہیں، ان الفاظ کے ساتھ اس دعا کو یاد کر لینا چاہیے، اور اگر عربی الفاظ یاد نہ ہوں تو اُردو میں یہ دعا مانگ لیا کریں۔ یہ دعا اللہ رب العزت کو بڑی پسند ہے، بندے اپنے پروردگار سے عافیت مانگتے رہیں، اللہ تعالیٰ اس مانگنے کو سب سے زیادہ پسند فرماتے ہیں۔

## حضرت یوسف علیہ السلام کا جیل جانا

حضرت یوسف علیہ وعلیٰ نبینا الصلوات والتسلیمات جلیل القدر پیغمبر ہیں، ان کا طویل واقعہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سورۂ یوسف میں ذکر فرمایا ہے، ان پر جو آزمائش آئی تھی، جس میں وہ ثابت قدم

رہے، اس کا بھی مفصل تذکرہ قرآن کریم میں موجود ہے۔ زلیخا نے جب یوسف علیہ السلام کو بہلانا پھسلانا چاہا اور کہا کہ میری بات نہ مانی تو میں جیل بھجوادوں گی۔ یوسف علیہ السلام نے اس موقع پر دعا کی: ''رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْ إِلَيْهِ.'' کہ ''اے میرے پروردگار! یہ عورتیں مجھے جس کام کی طرف دعوت دیتی ہیں' اس سے تو مجھے جیل خانہ زیادہ پسند ہے۔'' اس آیت کے تحت بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ: بعض روایات میں ہے جب یوسف علیہ السلام قید میں ڈالے گئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی: ''يَا يُوْسُفُ أَنْتَ حَبَسْتَ نَفْسَکَ حَيْثُ قُلْتَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ وَلَوْ قُلْتَ الْعَافِيَةُ أَحَبُّ إِلَيَّ لَعُوْفِيْتَ''..... ''اے یوسف! آپ نے قید میں اپنے آپ کو خود ڈالا ہے، کیونکہ آپ نے کہا تھا: ''اَلسِّجْنُ اَحَبُّ إِلَيَّ''..... ''میرے رب! مجھ کو جیل خانہ زیادہ پسند ہے۔'' اور اگر آپ عافیت مانگتے تو آپ کو مکمل عافیت مل جاتی۔'' اور اس آزمائش سے نجات بھی مل جاتی۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی بڑی مصیبت سے بچنے کے لیے دعا میں یہ کہنا کہ اس سے تو یہ بہتر ہے کہ فلاں چھوٹی مصیبت میں مجھے مبتلا کردے، ایسی دعا بھی مناسب نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ سے ہر مصیبت اور بلاء کے وقت عافیت ہی مانگنی چاہیے۔

## کثرتِ دولت سے عافیت افضل ہے

کثرتِ دولت ہر فرد کے حق میں مفید نہیں ہوتی، سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ کثرتِ دولت کے ساتھ ساتھ دین کی نعمت اور اپنا خوف بھی نصیب فرمائیں اور وہ مال کے تمام حقوق ادا کرنے والے بنیں، ورنہ تموُّل یعنی دولت کی فراوانی انسان کو ہزاروں فکروں اور پریشانیوں میں ڈال دیتی ہے۔ عافیت کے بغیر مال ودولت ہیچ ہیں۔ لکھنؤ کے ایک نواب کا واقعہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس نواب کا معدہ اتنا کمزور ہوگیا تھا کہ کوئی کھانے کی چیز معدہ ہضم نہیں کرپارہا تھا، حتیٰ کہ ململ کے کپڑے میں قیمہ رکھ کر چوسا کرتا تھا، وہ بھی ہضم نہیں ہوتا تھا۔ اسی شہر کے کنارے ایک لکڑہارے (جو جنگل سے لکڑیاں جمع کرکے لاکر شہر میں فروخت کرتا ہے) کا مکان تھا، اس نواب صاحب نے ایک دن دیکھا کہ وہ لکڑہارا لکڑیاں سر پر اُٹھا کر لارہا ہے اور گھر پہنچ کر اس نے لکڑیوں کا گٹھا سر سے اُتارا، ہاتھ منہ دھوئے اور اپنے پاس تھیلی سے دو روٹیاں نکالیں، پیاز سے کھانا کھایا اور وہیں سوگیا۔ اس نواب صاحب کو نیند بھی نہیں آتی تھی۔ لکڑہارے کی یہ صورت حال دیکھ کر نواب صاحب اپنے دوستوں سے کہنے لگا کہ: میں دل سے راضی ہوں اگر میری یہ حالت ہوجائے، یعنی پیاز سے ہی روٹی کھا کر میں ہضم کرسکوں اور اس طرح جلدی پُرسکون نیند مجھے مل جائے،

تو اس کے عوض میں اپنی ساری نوابی اور ساری ریاست دینے کو تیار ہوں۔ نواب کے پاس سب کچھ تھا، حتیٰ کہ ان کے کتے بھی سب کچھ کھاتے تھے، لیکن نواب صاحب اس نعمت سے محروم تھے۔

اس لیے انسان کثرتِ مال واسباب کے بجائے اپنے رب سے عافیت اور سکون مانگے، عافیت اور سکون میسر ہو تو تھوڑا بہت بھی کافی ہو جاتا ہے اور انسان کی زندگی پُرسکون گزرتی ہے، ورنہ ساری دولت کے موجود ہوتے ہوئے انسان اس سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتا، وہ انسان کے کسی کام کی نہیں۔ اس لیے بعض بزرگوں کا یہ قول کتابوں میں منقول ہے کہ: ''**القليل مع العافية خير من الكثير مع القوارع .**''..... ''عافیت کے ساتھ تھوڑا مال اُس زیادہ مال سے بہتر ہے جو مصیبتوں کے ساتھ ہو۔'' البتہ انسان کی لالچ، طمع کے بغیر اگر اللہ تعالیٰ کچھ عطا فرما دیں تو وہ اللہ کی نعمت ہے، انسان پھر اس کا حق ادا کرے۔

## ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ کی انگوٹھی کا نقش

بہرحال! عافیت بہت بڑی دولت ہے، اس لیے صحابہ کرامؓ، اور تمام بزرگانِ دین عافیت کی دعا مانگا کرتے تھے۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں ابن شہاب زہریؒ - جو بڑے محدث گزرے ہیں- کے بارے میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک انگوٹھی بنوا رکھی تھی اور اس انگوٹھی میں یہ عبارت کندہ کروائی تھی، یعنی یہ نقش انگوٹھی میں لکھوا رکھا تھا ''**محمد يسأل اللّٰه العافية**'' کہ ''محمد اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتا ہے۔'' ان کا نام محمد بن شہاب زہری ہے، انہوں نے یہ دعا لکھوائی ہوئی تھی کہ: ''محمد اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتا ہے۔''

انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو صحت نصیب ہوتی ہے، بلاؤں، پریشانیوں اور امراض سے انسان محفوظ رہتا ہے، یہ بھی عافیت کا حصہ ہے، صحت کے زمانہ میں اس عافیت کی دولت کی قدر ہمیں نہیں ہوتی، اسی لیے عقل مندوں کا یہ قول ہے کہ: ''**العافية تاج علٰى رؤوس الأصحاء لايراه إلا المرضٰى .**'' کہ ''عافیت تو ایک تاج ہے جو تندرست لوگوں کے سروں پر سجا ہوا ہے، وہ خود تو اس تاج کو نہیں دیکھ سکتے، ہاں! جو مریض ہوں' وہ اس تاج کو تندرستوں کے سروں پر دیکھ رہے ہوتے ہیں۔''

## ایک بزرگ کا ہمہ وقت عافیت کا سوال کرنا

ایک اللہ والے کے بارے میں منقول ہے کہ وہ ہمیشہ یوں کہا کرتے تھے: ''(اے اللہ!) عافیت، عافیت (عطا فرما)۔'' ایک بار اُن سے پوچھا گیا: ''**ما معنٰى هٰذا الدُّعاء؟**'' اس دعا کا کیا

مطلب ہے؟ آپ ہمیشہ عافیت کی طلب میں لگے رہتے ہیں۔ وہ کہنے لگے: میں پہلے بار برداری کا کام کرتا تھا، یعنی مزدور تھا، سامان بوجھ وغیرہ اُٹھایا کرتا تھا، ایک دن میں آٹے کا بھاری بھرکم بوجھ اپنے اوپر لادے ہوئے تھا، جس کی وجہ سے مجھے بہت مشقت اور تکلیف ہوئی، میں نے تھک کر کچھ دیر کے لیے اس بوجھ کو رکھا، تاکہ تھوڑا دم لے لوں، اس وقت میں اللہ سے یوں دعا مانگنے لگا: ''یـــا رب! ولـو أعـطَيتَـنِیْ كلّ يوم رغيفين من غير تعب لكنتُ أكتفي بِهِمَا''..... ''پروردگار! اگر تو مجھے روزانہ صرف دو روٹیاں بغیر محنت ومشقت کے عطا کردے تو میرے لیے کافی ہیں، میں اسی پر قناعت کیے رہوں گا۔'' اتنے میں' میں نے دیکھا کہ دو آدمی لڑ رہے ہیں، میں ان کے درمیان صلح صفائی کی غرض سے آگے بڑھا ہی تھا کہ اچانک ایک آدمی نے غلطی سے میرے سر پر کوئی چیز دے ماری، جو وہ دوسرے آدمی کو مار رہا تھا، مگر غلطی سے میرے سر پر لگ گئی، چنانچہ میرا چہرہ خون آلود ہوگیا، پولیس والا پہنچا اور اس نے ان دونوں آدمیوں کو پکڑ لیا، جب اس نے مجھے خون آلود دیکھا تو یہ سمجھا کہ میں بھی اس لڑائی میں ملوث ہوں، اس نے مجھے بھی مجرم سمجھ کر گرفتار کرلیا، چنانچہ مجھے بھی جیل پہنچا دیا۔ ایک مدت تک میں جیل میں رہا، جہاں مجھے روزانہ دو روٹیاں ملا کرتی تھیں۔ ایک رات خواب میں' میں نے ایک ہاتف غیبی (غیب سے آواز لگانے والے) کو سنا کہ وہ مجھ سے مخاطب ہوکر یہ کہہ رہا ہے: ''إنّک سـألتَ الرّغيفين كلَّ يومٍ من غير نصب، ولَمْ تسأل العافيةَ!'' ''تو نے روزانہ کی دو روٹیاں بلا مشقت مانگی تھیں، عافیت نہیں مانگی تھی! تو میں نے تجھے تیرا مانگا دے دیا، یعنی اللہ سے عافیت مانگنی چاہیے تھی کہ اے اللہ! اس کام میں بہت محنت، مشقت اور تکلیف ہے، مجھے آسان ذریعۂ معاش نصیب فرما اور عافیت دے۔ اس دعا کے بجائے تو نے یہ کہا تھا کہ: ''دو روٹیاں مل جائیں'' لہٰذا دو روٹیوں کی طلب تجھے جیل تک لے آئی۔ بزرگ کہتے ہیں کہ مجھے اس وقت ہوش آیا اور سمجھ آئی کہ مجھے عافیت مانگنی چاہیے، تو اَب میں فوراً یوں ہی کہنے لگا: عافیت، عافیت، عافیت۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ جیل کا دروازہ کھٹکا اور پوچھا گیا: ''أين عمر الحمال؟''..... ''عمر باربردار کہاں ہے؟'' میں نے کہا: میں ہوں۔ عافیت کی دعا کے بعد مجھے جیل سے نجات اور رہائی مل گئی۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے پریشانی اور مشقت کے ازالے کے لیے عافیت کی دعا مانگنی چاہیے کہ اے اللہ! میں کمزور ہوں، مجھے عافیت نصیب فرما۔ اب عافیت میں ساری بھلائیاں اور سہولیات شامل ہوجائیں گی، لہٰذا ہم ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگتے رہیں، اپنی ذات کے لحاظ سے بھی، اپنے اہل وعیال کے لحاظ سے بھی، دنیاوی واُخروی زندگی کے لحاظ سے بھی۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ ....